پندرہ روزہ
THE MESSENGER
پیغامبر
اسکاربرو کینیڈا
مدیر: سہیل اختر
۲۱ جون ۱۹۸۴ء

انتخابات

تیسری مرتبہ بھی نہ ہوئے تو ذمہ داری سیاستدانوں پر ہوگی

مبصر کے قلم سے

صدر پاکستان جنرل محمد ضیاء الحق نے موجودہ حالات پر تبصرہ کرتے ہوئے جن خیالات کا اظہار کیا ہے وہ ہمارے نزدیک حیران کن نہیں ہیں، ہم ایک عرصہ سے محسوس کر رہے تھے کہ صدر پاکستان ملک کا اقتدار پھر ایسے لوگوں کے حوالے نہیں کرنا چاہتے جن کی حکومت کے نتیجہ میں ایک نئے مارشل لاء کا سواگت کرنا پڑے۔ ان کے دل و دماغ معلوم ہوتا ہے ہمیشہ اسی پیچ و تاب میں تھے کہ اقتدار اعلیٰ پر عوام کے حق کو کسی طرح تسلیم کیا جائے۔ پھر جب انہوں نے اعلان کیا کہ ملک میں عام انتخابات کرائے جائیں گے تو سناٹے کی دیوار میں ایک روزن ضرور پیدا ہوا جس کے ذریعے امید کی کرن در آئی اور لوگ سوچنے لگے کہ انتخابات کے بعد مارشل لاء ختم ہو جائے گا۔ ملک میں ایک نمائندہ اور منتخب جمہوری حکومت قائم ہو جائے گی۔

صدر پاکستان نے اس حوالے سے اپنے جن فرمودات و ارشادات کی روشنی بکھیری ہے اس کی جھلک چند خود ان کے الفاظ میں ملاحظہ فرمائیں کہ جہاں تک مارشل لاء کی حکومت کو ختم کرنے کا تعلق ہے میں اس کی ضرورت کو تسلیم کرتا ہوں لیکن صرف یہ کہہ دینا کہ منتخب نمائندوں کی حکومت آتے ہی حالات کو بہتر بنا دے گی۔ اس کی کوئی تک نہیں ہے ہم سے پہلے منتخب نمائندوں ہی کی تو حکومت تھی۔ وہ حالات بہتر رکھتی تو مارشل لاء آتا ہی کیوں؟ فقط منتخب نمائندہ ہونے کی حیثیت سے کسی کا آنا پاکستان کے لئے کافی نہیں ہے۔ صدر نے کہا اس میں اختلاف کی کوئی گنجائش نہیں کہ مارشل لاء حکومت کو زیادہ عرصہ قائم نہیں رہنا چاہیے۔ میں یہ مانتا ہوں کہ موجودہ نظام کو زیادہ طول دینے سے ملک چلانے سے قوم کی بیرون ملک ساکھ متاثر ہوئی ہے۔ اندرون ملک کی مجھے کوئی فکر نہیں۔ موجودہ کابینہ میں توسیع کے امکان کو مسترد کرتے ہوئے صدر نے کہا کابینہ کچھ زیادہ پھیل گئی ہے اس کو سمیٹنے کا ارادہ ہے۔ کابینہ سے تین وزراء کی سبکدوشی اور فوج کے دو جنرلوں کی ریٹائرمنٹ کے سلسلہ میں دریافت کرنے پر صدر ضیاء نے کہا کہ اگر حالات معمول پر ہوتے تو شاید ان فیصلوں کا کوئی اثر نہ ہوتا لیکن چونکہ فوجی حکومت کا ہے اور افواج کے اندر اعلیٰ عہدوں میں ردوبدل ہو تو لوگوں کی نظریں فوراً اس طرف اٹھتی ہیں۔ جنرل اقبال اور جنرل عارف خان کے عہدوں کی میعاد تین سال تھی۔ گویا صدر موصوف کو یہ یقین ہے کہ اگر انتخابات کے بعد بھی کوئی حکومت برسر اقتدار آئی تو حالات کو بہتر نہیں بنا سکے گی۔

کیونکہ وہ بھی ایک منتخب حکومت تھی جس کے رویئے کے نتیجہ میں مارشل لاء آیا تھا۔ ہم اس مرحلہ پر گفتگو نہیں کریں گے کہ اس ملک کی بدقسمتی ہی مدت اولیٰ سے یہ رہی ہے کہ ہر حکومت ایک نئے مارشل لاء پر منتج ہوتی رہی ہے اور مارشل لاء کے نتیجہ میں بالآخر منتخب حکومت ہی منظر عام پر آتی ہے۔ گویا یہ سلسلہ اس ملک کی تقدیر ہو کر رہ گیا ہے ہماری خود اپنی خواہش ہے کہ کوئی ایسا قدم اٹھایا جائے کہ بار بار ہمیں مارشل لاء کی سنگینی کا سامنا کرنا پڑے۔ کسی بھی ملک کے لئے مارشل لاء کتنا ہی ٹھیک کیوں نہ ہو وہ بہرحال جمہوریت کی ضد ہوتا ہے اور اس سے ملک میں خاطر خواہ طور پر ترقی و تعمیر کے مراحل بھی طے نہیں کئے جا سکتے۔ اور عالمی سطح پر بھی ایسا ملک کبھی سرخرو نہیں ہو سکتا۔

ایک ایسے دور میں جب ساری قومیں مل کر ایک عالمی جمہوریت کے خد و خال آراستہ کر رہی ہیں ہم نے اپنے ہاں رہی سہی جمہوریت کے نقوش بھی مٹا کر رکھ دیئے ہیں۔ ظاہر ہے کہ اس جدید دور میں زندہ رہنے کے لئے اس رویئے کے ساتھ ہم کوئی صالح مفہوم بھی پیدا نہیں کر سکتے۔ جمہوریت ہر طور اس ملک کے لئے ایک لازمہ ہے جس پر ہمارے عوام کی زندگی اور خوشحالی کا انحصار ہے۔ اب یہ سیاست کے ذریعہ لائی جاتی ہے یا کسی غیر سیاسی عمل کے ذریعہ لیکن جمہوریت کی نفی کر کے اس ملک کو ایک قبرستان تو بنایا جا سکتا ہے لیکن آسودگی اور خوشحالی کا گہوارہ ہرگز نہیں بنایا جا سکتا۔

صدر پاکستان کا یہ نقطۂ نظر اس اعتبار سے قیامت خیز ہے کہ وہ ریفرنڈم کے ذریعہ یہ جاننا چاہتے ہیں کہ عوام کو مارشل لاء اور شخصی حکومت کی ضرورت ہے یا معروف اور مسلمہ طریقے سے جمہوریت چاہیئے۔ ہم پورے یقین کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ اگر صدر پاکستان کی خواہش ہے کہ وہ ہمارے مارشل لاء ہی کے سایے میں کسی نوعیت کی حکومت قائم رکھیں تو ریفرنڈم کا نتیجہ ان کے حق میں ہوگا کیونکہ جو حکومت اقتدار میں ہوتی ہے عوام اسی کی خواہشوں کے ہمرکاب ہوتے ہیں۔ آپ کے پاس سرمایہ ہے۔ فوج ہے، بیوروکریسی ہے پولیس ہے، تھانے ہیں، کچہریاں ہیں، مارشل لاء کے ضابطے ہیں۔ ذرائع ابلاغ جیسے مرغان دست آموز ہیں تو پھر کس میں اتنی تاب اور مجال ہے کہ وہ ریفرنڈم میں آپ کی خواہشوں کو کچل کر آگے نکل جائے گا۔ لہٰذا ہماری آرزو ہے کہ صدر پاکستان بہ انداز دیگر سوچنے اور عمل کرنے کی زحمت گوارا فرمائیں۔ ورنہ موجودہ انداز فکر سے عوام میں اضطراب اور کرب کے سوا اور کوئی سی چیز جنم نہیں لے سکے گی بلکہ وہ

کہ ہم واقعی انتخابات کرائیں گے۔ صدر نے کہا کہ میں نے ۱۲ اگست کو جو پروگرام دیا ہے وہ مارچ ۱۹۸۵ء تک مکمل ہو جانا چاہیئے۔ ہم جب تک ان مراحل سے نہیں گزر جاتے اور لوگ ہمیں کچھ کرتے ہوئے دیکھ نہیں لیتے میرے پاس ایسی کوئی مشعل نہیں جسے رکھ کر میں یقین دلا سکوں کہ ہاں اس بار ہم انتخابات کرا رہے ہیں۔ ہم نے انتخابات کے طریق کار کے بارے میں سیاسی جماعتوں سے بات کی ہے ان کا اپنا نقطۂ نظر ہے اور ہمیں اپنا پروگرام صحیح نظر آ رہا ہے۔ اب سوال صرف یہ باقی ہے کہ انتخابات ہوں گے کس طریقے پر اور حکومت بنے گی تو کس طرح؟ اس کا صحیح نقشہ آج سے دو دن کل سے یہاں ہم شروع ہو جائے گی۔

صدر نے کہا کہ ہم یہ نقشہ اس وقت دیں گے جب میعاد میں دو تین مہینے رہ جائیں گے اس کے فوراً بعد انتخابات ہوں گے۔ میں جلسے اور جلوس نہیں ہونے دوں گا نہ ٹی وی ڈیبیٹ کی اجازت دوں گا۔ اب اخبارات کے اندر لوگ جتنا چاہیں زور لگا لیں جیسی چاہیں صورتحال پیدا کر لیں۔ انتخابات کے بعد ہم آپ کے منتخب نمائندوں کو لا کے اسمبلی میں بٹھا دیں گے اور کہیں گے جناب یہ پڑی ہے آپ کی دوکان اب اسے آپ ہی چلائیں۔

صدر صاحب نے کہا کہ اگر انتخابات تیسری مرتبہ بھی نہ ہوئے تو اس کی پوری ذمہ داری سیاسی رہنماؤں پر ہوگی۔ دو دفعہ کی ذمہ داری تو جنرل ضیاء الحق کی ہے تیسری دفعہ ایسا ہوا تو صورت حال کی تمام تر ذمہ داری ان پر ہی ہوگی۔ انہوں نے کہا کہ اگر انتخابات کو جماعتی بنیادوں پر کرایا تو اس کے نتائج اتنے نقصان دہ ہوں گے کہ آپ کو دوبارہ مارشل لاء لگانا پڑے گا۔

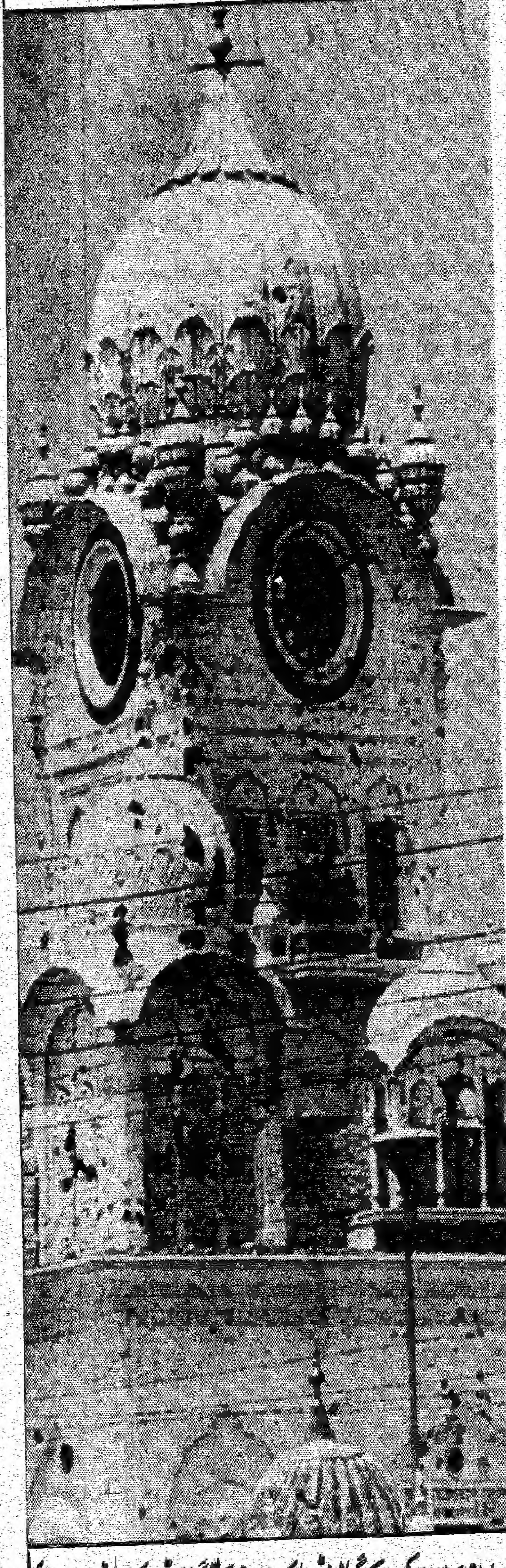
ایک سوال کے جواب میں صدر نے کہا کہ اگر سیاسی جماعتوں نے گٹھ جوڑ کیا تو میں عوام سے ہی رجوع کروں گا لیکن سیاسی جماعتوں کا اتحاد حاصل ہو تو نو کروڑ روپے خرچ کرنے کی ضرورت پیش نہیں آئے گی کیونکہ ایک ریفرنڈم یا الیکشن پر نو کروڑ روپے خرچ ہوتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ اگر لوگوں نے ریفرنڈم میں سیاستدانوں کے حق میں فیصلہ دیا تو میں دستبردار۔ ورنہ ان سے کہا جائے گا کہ بھئی اب آپ تشریف لے جائیے۔

صدر پاکستان کے حالیہ بیان سے یہ بات کھل کر سامنے آگئی ہے کہ وہ ملک میں سیاسی جماعتوں کے وجود کو گوارا نہیں کرتے۔ لیکن بعض سیاست دانوں کے اخلاص نیت پر ان کو شبہ بھی نہیں ہے۔ گویا وہ چاہتے ہیں کہ راہنما غیر جماعتی بنیادوں پر انتخابات میں حصہ لیں۔ یہ ان کا اپنا نقطۂ نظر ہے مگر ہمارا خیال

تو ابھی سے محسوس کرنے لگے ہیں کہ انتخابات کا وعدہ محض ایک قطرۂ شبنم تھا جو آپ کے اعلان تازہ کر کے آفتاب کی حدت کی زد میں آ گیا ہے اس حقیقت کا ایک خفی سا احساس شاید آپ کے دل کے کسی گوشہ گمنام میں موجود ہے جبھی تو فرمایا گیا ہے کہ تیسری مرتبہ انتخابات کے اعلان پر لوگوں کا شک و شبہ جائز ہے کیونکہ ہم دو مرتبہ وعدہ کرنے کے بعد انتخابات ملتوی کر چکے ہیں۔ ہمارے سامنے پر تو کہا نہیں

ہے کہ جو خرابیاں ہمارا مقدر ہیں ہم ان سے کبھی دامن نہیں بچا سکتے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ غیر جماعتی بنیادوں پر بھی ایسے عناصر کامیابی حاصل کر سکیں گے جن کی دراصل تطہیر ضروری ہے مگر سوال یہ ہے کہ جمہوریت کی بحالی کیلئے مسلمہ اصولوں سے کس طرح انحراف کیا جا سکتا ہے سیاسی جماعتوں کی اصلاح و تطہیر تو کی جا سکتی ہے لیکن ان کو حرف غلط کی طرح مٹا کر رکھ دینا خود ایک غیر جمہوری عمل ہوگا۔ ہم نے کہا تھا کہ اس ملک کے لئے کوئی شخص بھی ناگزیر نہیں ہے اگر کوئی یہ سمجھتا ہے کہ وہی اس ناؤ کا کھیون ہار ہے تو وہ ایک خوب صورت غلط فہمی کا شکار ہے اس جدید دور میں کوئی

شخص اٹھ کر پاکستان کو اپنے جیب و دامن کی چیز نہیں بنا سکتا۔ اس ملک کو ہم نے سالہا سال کی محنت اور قربانی و ایثار کے ساتھ حاصل کیا ہے۔ اس سرزمین کی خاک سے اٹھنے والی ہمارے آباؤ اجداد کے لہو کی خوشبو کہتی ہے کہ ہم پر کوئی ایک شخص محض اپنا تصنیف کردہ دستور نافذ کر سکتا ہے اور نہ ہمیں پاکستان کے بنیادی نظریات سے فاصلے پر لے جانے والے خیالات سے متفق کر سکتا ہے۔ اگر آپ پاکستان میں ایک بے داغ اسلامی جمہوری نظام کے قیام کی تمنا رکھتے ہیں تو ہم اپنی جان کا نذرانہ بھی اپنے ہاتھوں میں لے کر آپ کے شریک سفر ہیں۔



امرتسر میں سکھوں کے گولڈن ٹمپل کی بے حرمتی کے بعد گولڈن ٹمپل کی پہلی تصویر۔ جگہ جگہ مشین گن کی گولیوں کے نشانات صاف عیاں ہیں۔

ماں!

تیرا نام جنت ہے!

آیئے اس عظیم ترین ہستی کی بارگاہ میں عقیدت واحترام کے پھول نچھاور کریں جس کے قدموں کے نیچے جنت ہے۔ کتنے خوش نصیب ہیں وہ لوگ جن کی مائیں زندہ ہیں اور وہ اپنی زندگی کے ایام ماں کے زیر سایہ رہ کر دنیا جہاں کی شادمانیوں سے مالامال ہوتے ہیں۔ ماں ہی دنیا کا ... وہ واحد رشتہ ہے جس کے مقابلے میں دوسرے رشتے ہیچ ہیں۔ جا کر پوچھئے ان حضرات سے جو اس عالی رتبت ہستی کے سایہ سے محروم ہیں۔ ماں کی مثال اس سایہ دار درخت کی سی ہے جو خود دھوپ میں جلتا ہے اور دوسروں کو ٹھنڈک پہنچاتا ہے۔ اولاد کی پرورش اور طرح طرح کے ناز اٹھانے کے حصول کے لئے دنیا جہان کی مصیبتیں جھیلنے والی اس ہستی کا نام ماں ہے۔

یہ وہ جلیل القدر ہستی ہے جو اپنے جگر گوشے کی پیاس بجھانے کی خاطر صفا و مروہ کی پہاڑیوں پر بے تحاشہ دوڑتی ہے تاکہ کہیں پانی کی بوند میسر آ جائے جس سے کہ اس کے جگر گوشے کی پیاس بجھ جائے۔ چنانچہ خدا تعالیٰ نے اس عظیم ہستی کا یہ بے تحاشہ دوڑنے والا عمل پسند فرماتا ہے اور پانی کا چشمہ اس جگر گوشے کی ایڑیوں کے نیچے جاری فرما دیتا ہے جس کا نام آب زم زم ہے، جس کی خاطر ماں اتنی مضطرب اور بے تاب تھی۔

آج ہم مغرب کی رنگینیوں میں اس قدر کھو چکے ہیں اور ہمارے ضمیر کا اس حد تک جنازہ نکل چکا ہے کہ ماں کے تمام احسانات کو یکسر فراموش کر چکے ہیں۔

مبارک ہیں وہ لوگ جو سات سمندر پار کے اس اجنبی دیس میں رہ کر بھی ماں ایسی مقدس ہستی کی بارگاہ میں عقیدت واحترام کے پھول نچھاور کرتے رہتے ہیں۔ بے شک ماں کی تابعداری میں رہنے والوں کے مراتب خداوند تعالیٰ کے حضور بے حد بلند ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں اپنے والدین کی عزت واحترام کی توفیق بخشے۔ آمین۔

کھانے پینے میں بے برکتی

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ کھانے میں پھونک مارنے سے برکت جاتی رہتی ہے۔
یہ روایت کنز العباد میں نقل کی گئی ہے۔

پیغامبر
The Messenger
FORTNIGHTLY INDO-PAK NEWSPAPER
جہاں بینی میری فطرت ہے لیکن کسی جمشید کا ساغر نہیں ہوں

صرف آپ کیلئے

قارئین پیغامبر سے ہمارا رشتہ بہت گہرا ہے۔ ہم ایک دوسرے کو اچھی طرح جانتے ہیں، لیکن رو برو ملاقات کا موقع شاذونادر ہی ملتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ، صرف آپ سے ملاقات کیلئے، ہم نے عید ملن پارٹی کا اہتمام کیا ہے۔ ہم نے کل ۲۵۰ دعوت نامے جاری کئے ہیں۔ لیکن اب تک صرف ۱۸۰ قارئین نے عید ملن پارٹی میں آنا منظور کیا ہے۔ ہم ایسے تمام قارئین سے درخواست کرتے ہیں کہ اگر آپ کو دعوت نامہ مل گیا ہے تو براہ کرم ہمیں جلد از جلد بتائیے کہ آپ کی شرکت ممکن ہے یا نہیں۔

عید ملن پارٹی، ہمارے آپس میں مل بیٹھنے کا بہترین ذریعہ ہے

سچی باتیں

(از مولانا عبدالماجد دریابادی مرحوم)

دنیا میں جتنی بھی سلطنتوں کی فوجیں ہیں بڑی سے بڑی اور بہتر سے بہتر بہرحال زمین کے کسی مخصوص خطہ و رقبہ کے اندر ہی ان کا وجود ہے اب فرض کیجئے کوئی فوج ایسی ہو جس کے سپاہی تھوڑے یا بہت سارے زمین کے ہر حصہ ہر گوشہ میں پھیلے ہوئے ہیں اور ایک ہی وقت میں آسٹریلیا میں بھی ہندوستان میں بھی اور چین میں بھی استنبول میں بھی اور لندن میں بھی، مختلف عمروں کے مختلف صحبتوں کے مختلف پیشوں اور مختلف شغلوں میں ہو تیں بھی مرد بھی گورے بھی کالے بھی اسی اسی سال کے بوڑھے بھی بارہ بارہ پندرہ پندرہ سال کے لڑکے بھی ادھر ان کا فوجی بگل بجا اور ادھر ایک ایک سپاہی اس منتشر فوج کا اپنی اپنی جگہ پریڈ کے لیے آمادہ ہو گیا تنہا ہو تو تنہا اور کئی ہوئے تو مل جل کر پھر یہ پریڈ کسی موسم کسی مہینہ کے ساتھ مخصوص نہیں گرمی میں بدن کو جھلسائے دے رہی ہو تو برسات میں مینہ کی جھڑی لگی ہو تو سال کے پورے تین سو پینسٹھ دن ہر پریڈ لازمی سفر ہو تو حضر ہو تو پریڈ کی پابندی سے معافی نہیں ——— ایسی عجب و غریب فوج کی مثال آپ نے کہیں دیکھی ہو؟ اس ڈسپلن کی نظیر کہیں ملے گی؟ اسے شکست دینے کا حوصلہ دنیا کی کوئی قوت رکھ سکتی ہے؟

فوج نظروں سے غائب نہیں نگاہوں کے روبرو ہے آپ کے گرد و پیش ہے؟ عجب نہیں کہ آپ خود اس فوج کے سپاہی ہوں ——— مسلمان دنیا کے کسی حصہ میں ہو کسی حال میں ہو ادھر نماز کا وقت آیا اور ادھر وہ کھڑا ہو جائے گا تنہا ہو تو دست بستہ اور جماعت میں ہو تو صف بستہ! وہ منتظر پریڈ کے بگل کا نہ رہے گا اپنے لشکر کا وہ آپ بگلچی ہے اذان تو بس کہیں کہیں ہوتی ہے وقت آنے پر وہ آپ ہی آپ اٹینشن ہو کر کھڑا ہو جائے گا ——— مسلمان امیر عالم سرائے کی بالائی میں چلائے پی رہا ہے مغرب کا وقت آتا ہے بہ حالت میزبانہ قبلہ رخ کھڑا ہو جاتا ہے مسلمان غریب جنگل میں لکڑی کاٹ رہا ہے پسینے میں تر اور ظہر کا وقت آیا اور جنگل میں اللہ اکبر کہہ کر اس نے ہاتھ باندھ لیے جا رہے چلے جا رہے ہیں اور نماز بھی ہوتی جا رہی ہے ریل چلی جا رہی ہے اور کھڑے بیٹھے جس طرح بھی ممکن ہو نماز ادا ہو رہی ہے آس پاس کے مسافر سو رہے ہیں ہنس بول رہے ہیں تاش کھیل رہے ہیں لڑ جھگڑ رہے ہیں اور مسلمان مسافر صحتی بچھانے کی فکر میں ریل ٹھہری دوسرے مسافر سودے والوں پر ٹوٹ پڑے مسلمان مسافر وضو نماز کی دوڑ، جنوب میں شام کے وقت پارک میں تماشائیوں کا ہجوم بازاری لوگوں کی دھوم رات کے وقت کا سناٹا صبح کے وقت کی ٹھنڈی ہوا دوپہر کو اور سہ پہر کو مدراس میں نیفٹی ہمالیہ کے برفستانوں میں کاروبار کی گرم بازاری میں مسلمان کی ہوا یہی ہر پریڈ سے لگی ہوئی ہے پریڈ بھی دن رات میں ایک بار نہیں پانچ پانچ بار صبح بھی دوپہر بھی، سہ پہر بھی، شام بھی، رات بھی!

زندہ مذہب، خالی الذہن ہو کر سوچیے یہ ہے یا کوئی اور؟ حرکت اور زندگی جو اس مذہب میں ہے اس کی نظیر کہیں اور ملے گی؟ یہ ہر جمود کو گھٹنے والا زندہ، بیدار، متحرک مذہب اسلام ہی ہے یا کوئی اور؟ اور اس مستقل ہمہ وقتی ہمہ جائی ڈسپلن کی بیداری کی، چستی کی، مستعدی کی، تازگی فعل کی مثال دنیا کی کسی بڑی سے بڑی ڈسپلن والی فوج میں ملے گی؟ جرمنی میں؟ امریکا میں، روس میں، برطانیہ میں؟ ——— حیف ہے کہ جس قوم یا امت کے اندر خود اتنا بڑا درست نظم، ایسی عظیم الشان تنظیم موجود ہو اس کے افراد ثابت ہوں کاہل حیات کے کسی معرکہ میں، دنیا و عقبیٰ کے کسی میدان میں بھی سست اور کاہل، پست ہمت اور ناکارہ، غافل و خوابیدہ۔

کرنیں

فرحانہ نگہت ———

جب تم عمر رسیدہ ہو جاؤ، بید مشک کے پھولوں جیسے بال بوں چمکنے لگیں جیسے چاندی کے تار۔ یہ حسین کٹورے سی آنکھیں دھندلی پڑ جائیں اس چاندی پیشانی پر وقت جھریاں ڈال دے جب کبھی اپنے کمرے میں بیٹھی تنہا بیٹھی کررہی ہو تب کبھی سوچنا کہ تمہاری آنکھوں میں کتنی لطافت تھی کتنا سحر تھا سنہرے بالوں کی پریشان لٹیں۔ تمہارے دمکتے ہوئے چہرے پر کتنی اچھی لگتی تھیں۔ تمہاری مسکراہٹ کتنی دلفریب تھی۔ تم کتنی خوب صورت تھیں تم فرشتوں کا تخیل تھیں حوروں کا خواب تھیں۔ اس وقت ایک بدنصیب کو بھی یاد کرنا جو تمہارا پرستار تھا۔ جو تمہارا نام لے کر جیتا رہا جس نے اس حسین مجسمے کی حسین روح کو چاہا۔ کتنے خوشگوار تھے وہ لمحے جو اس نے تمہارے پاس گزارے۔ پیار کرنا محبت کتنی حسین چیز تھی۔ افق کے اس طرف طلوع ہوئی جس سے زمین و آسمان جگمگا اٹھے پھر افق کے اس طرف چلی گئی اور تاروں کے کسی جھرمٹ میں اپنا منہ چھپالیا۔

صائرہ ———

وہ یہ جانتے ہوئے کہ تارہ نہ تھا مگر اپنی نقش گرتا۔ آنکھیں کے بجرہ منجدھار میں ڈوبتے والوں کی چیخ و پکار سے کان بند کرتے کہا۔ وہ تھکے ہوئے مسافر کی طرح کسی ٹھنڈے اور میٹھے پانی کے چشمے کے کنارے تھوڑی دیر ستانے کے بعد تازہ دم ہو کر صحرا میں بھٹکنے والے مسافروں کی راہنمائی کی تدبیر میں سوچا جاتا تھا۔

رشیدہ فرخ ———

زندگی کے راستے بہت ٹیڑھے ہوتے ہیں کبھی چلتے ہوئے کبھی پتھروں سے ٹکرانا پڑتا ہے کبھی صحرا سے کبھی دریاؤں سے گزرنا پڑتا ہے دنیا انسان کا تصور تو چھین سکتی ہے مگر خدا کا تصور کبھی نہیں چھین سکتی۔ اگر انسان سے خدا کا تصور بھی چھین لیا جائے تو انسان مر جائے۔ اس لئے ہر مشکل وقت میں بس خدا ہی کے بھروسے پر ان دشوار گذار راستوں پر چلتے ہونا۔ دھوپ ہو یا آندھی۔ دن ہو یا رات کسی سے نہیں گھبرانا۔ دنیا میں خداوند تعالیٰ نے ہر چیز کو جوڑا بنا کر بھیجا ہے دکھ کے ساتھ سکھ رات کے ساتھ دن۔ دھوپ کے ساتھ سایہ پھولوں کے ساتھ کانٹے عورت کے ساتھ مرد، دوست کے ساتھ دشمن۔ اس لئے ہر حال میں خوش رہنا چاہیئے۔

نصیرہ انجم ———

ہر انسان اپنی دنیاوی خواہشات کو مد نظر رکھتا ہے اسے دوسروں کے جذبات کی پامالی کا احساس اس وقت تک نہیں ہوتا جب تک اس کے اندر کا انسان چیخ چیخ کر اسے ضمیر کے دروازے پر دستک نہ دے اور وہ سب کچھ جاننے کے باوجود بھی اپنی خودداری اور انا کے خول میں بند دوسروں کے احساسات سے چشم پوشی اختیار کرنے پر مجبور ہوتا ہے۔

ریحانہ ———

دنیا میں ہزار قسم کے پھول ہیں۔ مگر لازوال مہک رکھنے والا دوستی کا پھول ہے جس سے نگاہیں خیرہ اور دل مسرور ہو جاتا ہے۔ اس زمانے میں کم یاب ہے۔ اس پھول کو نرم، دلگداز اور حساس زمین پر کاشت کیا جاتا ہے اور خون جگر سے سینچا جاتا ہے اس کی نشوونما کے لئے اعتماد اور اعتبار اور خلوص بہترین کھاد کا کام دیتے ہیں۔ ہر لمحہ وفا، ایثار، ہمدردی اور انکساری کی نرم رطوبت آب دہو اسے خوب بھلتا پھولتا ہے۔



لبرل پارٹی کے نئے لیڈر جان ٹرنر

۱۶ جون کو لبرل پارٹی کے انتخاب میں جان ٹرنر نے ۱۸۶۲ ووٹ حاصل کر کے لبرل پارٹی کے لیڈر کی حیثیت حاصل کرلی عنقریب جان ٹرنر وزیر اعظم کینیڈا کا عہدہ سنبھال لینگے۔

جان ٹرنر وزیر اعظم بننے کے بعد اپنی کیبنٹ میں کافی ردوبدل کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ ممکن ہے وہ کیبنٹ میں ممبروں کی تعداد کم کردیں اور وزیروں کو زیادہ اختیارات سونپ دیں۔

جان ٹرنر کیبنٹ میں غیر پارلیمانی ممبران کو منتخب کرنا چاہتے ہیں۔ قوی امکان ہے کہ کیبنٹ میں درج ذیل کو شامل کیا جائے گا۔

لبرل پارٹی کے صدر آئی اونا کیمپاگنولو
نورانڈا کان کے چیرمین الف پووس
سیگرام کے مشہور وکیل ڈک ریپرڈسن
نووا کارپوریشن کے صدر بوب بلیر
مانٹریال کے پال مارٹن جونیئر دیکھو

عید کی مبارکباد

عید کی مسکراہٹیں

قارئین کرام! ہمارا کیا ساتھ کرنا اور پروردگار کا ہم خیریت سے عیدگاہ سے لوٹ آئے۔ پچھلی عید پر ایک کرم فرما عیدگاہ میں اسی طرح گلے مل کر ہم ان کے گلے کا ہار بن گئے لوگوں نے ہمیں ان سے الگ کیا۔ اٹھایا اور ہسپتال لے گئے معلوم ہوا کہ دو تین پسلیاں ٹوٹ گئیں۔ ان کی محبت تھی ورنہ کسی کی پسلیاں ٹوٹتا ہے ہاں سر ضرور پھوڑتا ہے۔

چنانچہ اس مرتبہ ہم غالب کے اس مصرعہ کا حقیقی ڈرامہ بن کر عیدگاہ جا رہے ہیں۔ کفن باندھے ہوئے جاتے ہیں وہاں

[illegible]



"CELEBRATING OUR DIFFERENCES"

THE 18th ANNUAL

INTERNATIONAL PICNIC

JUNE 29 "KICKOFF"
NATHAN PHILLIPS SQUARE
JUNE 30, JULY 1-2 — C.N.E. GROUNDS



THE WORLDS LARGEST FREE PICNIC



مرسلہ: تزئین اختر

اللہ اللہ! رمضان کی آخری شام، صبح عید کا پیغام اور رویت ہلال کا اہتمام — ہائے وہ دل میں عید کی دھومیں انگنائی میں رنگوں کی گرمیں — وہ سقف وبام کے قہقہے وہ زمین و آسمان کے چہچہے۔ وہ رنگ و نکہتیں خوشی کی سرراہٹیں وہ سینے میں الہڑ سی آہیں۔ جیب میں وہ سکوں کی کھنکھناہٹیں وہ لبوں پر بے اختیار مسکراہٹیں — وہ نوازشوں کی سی اچھلتی امنگیں وہ زندگی کی خزاں رسیدہ کی سی شگفتگیں، سب ہی قصہ پارینہ بن کر آواز دے رہی ہیں۔

(لہٰذا عید کی بات سے سنانا ضرور)



میٹھی عید

طاہر قریشی

مسرتوں کے جلو میں ہلال عید آیا — پیام خلد لیے پیکر نوید آیا
مہک اٹھی ہے فضا میں خیال کی خوشبو — عروج پر ہیں ادائیں خیال کی خوشبو
ہر ایک کلی کھل اٹھی لالہ زار ہے گلشن میں — بہار جلوہ فگن ہے ہر ایک آنگن میں
ہے چوڑیوں کی چھن چھن کا گونج اٹھنا — دلہنوں کی ہے حنا پر بہار ایک چمک
عجیب سلسلۂ گل ہے چہرہ چہرہ پھول — یہیں ہے آج کبھی پر بھی ابھی کالاں
ہر ایک سینے میں کیا جذبۂ اخوت ہے — یقین عید اشاروں کی محبت ہے
دھڑکتے سینوں میں ایک رنگ محبت ہے — یہی ہے جلوۂ سرفرازی محبت
پکار اس طرح سے ملتوں کو قرار آیا — کہ بار بار ہی زندگی پہ پیار آیا
بدر نگاہ اتحاد ہجوم ہلال ہے — ہر ایک ہجوم میں سرمستی بہار ہے
یہ میٹھی عید خدا کی کرم نوازی ہے — یہ مومنوں کے لیے تاج سرفرازی ہے

نزول رحمت حق ہے ہر ایک آنگن میں
ہے جنتوں کی بشارت ہر ایک دامن میں



غیرت

صبح کشتی میں شور اٹھا کہ میں لٹ گیا، تباہ ہو گیا۔ لوگوں نے پوچھا۔
خیر تو ہے، کیا بات ہوئی؟ کچھ بتاؤ تو سہی
مگر وہ آدمی تھا کہ بس چلائے جا رہا تھا۔ ایک ہی رٹ لگی تھی کہ میں غریب آدمی لٹ گیا۔
کشتی کے سبھی مسافر ایک جگہ جمع ہو گئے ایک دوسرے سے پوچھنے لگے کہ کیا بات ہے؟ کسی کو کچھ معلوم ہوتا تو بتاتا کہ کیا بات ہوئی۔
کشتی بہت بڑی تھی۔ اچھا خاصا جہاز مسافروں کی بہت بڑی تعداد تھی، عورتیں بھی تھیں بچے بھی تھے۔ انہی میں ایک طرف ایک بڑے عالم فاضل اللہ کے بندے بھی بیٹھے تھے شور ان کے کانوں تک پہنچا انہوں نے بھی سنا۔ پوچھا
"کیا معاملہ ہے"؟
رونے پیٹنے والے کو سمجھا بجھا کر جب بات پوچھی گئی تو اس نے کچھ یوں کہا۔
"غریب مسافر ہوں ایک تھیلی میں زندگی بھر کا سرمایہ میں نے چھپا کر رکھا تھا کوئی ظالم وہ تھیلی چرا لے گیا۔"
سب کو یہ سن کر بہت افسوس ہوا۔ آخر پوچھنے والوں نے یہ بھی پوچھا کہ کتنا مال تھا تھیلی میں؟ اس نے بتایا کہ ٹھیک ہزار اشرفیاں تھیلی میں تھیں ایک ہزار اشرفی بہت بڑی رقم ہوتی ہے جس نے سنا اسے افسوس ہوا۔
پھر لوگ مل بیٹھے کشتی کے مالک کو بلایا۔ سارا ماجرا اسے کہہ سنایا اس نے کہا۔
"اگر تھیلی کشتی میں گئی ہے تو پتہ چل جائے گا۔ میں سب مسافروں کی جامہ تلاشی لیتا ہوں"
آناً فاناً یہ خبر سارے جہاز میں پھیل گئی کہ کشتی والا میں تمام مسافروں کی جامہ تلاشی ہوگی تاکہ جس کے پاس گمشدہ تھیلی نکلے اب لوگ اس شخص پر پلٹ پڑے طرح طرح سے جرح ہوئی اور ہوتے ہوتے سب کو یقین ہو گیا کہ یہ شخص جھوٹا تھا۔ جھوٹے پر اللہ کی لعنت ہوتی ہے سب اس کو برا بھلا کہہ کر اپنی اپنی جگہ جا بیٹھے۔
جھوٹا پٹ پٹا کر اپنی جگہ آ بیٹھا۔ جب تک سفر جاری رہا مسافر اسے پھٹکارتے رہے۔ جھوٹ، دھوکہ، فریب کبھی پنپ نہیں سکتے۔ ان کے نتائج ہمیشہ برے ہوتے ہیں اور سخت بھی۔ اللہ ان برائیوں کا بدلہ اسی دنیا میں دے دیتا ہے
ہوا یہ کہ جب سفر شروع ہوا تو یہ جھوٹا پھرتا پھرتا جہاز میں سیر و گشت کرتا ان عالم فاضل اللہ کے بندے کے پاس بھی پہنچا پھر تو بس ان کی خدمت میں رہنے لگا انہیں کیا پتہ تھا کہ یہ دل میں کیا زہر لئے بیٹھا ہے۔ وہ اس کے اخلاق درست کرنے اور اسے اللہ رسول کی باتیں بتانے بیٹھ گئے رہے اور وہ جھلسا دینے والی ریلیں میں لگا رہا۔ آخر ایک دن اسے معلوم ہو گیا کہ ان اللہ کے نیک بندے کے پاس ایک تھیلی میں ہزار اشرفیاں پڑی ہیں۔ لالچ آدمی کی عقل ٹھکانے نہیں رہنے دیتی اب اس جھوٹے فریبی کو ہر گھڑی یہ فکر کھانے لگی کہ کس طرح ہزار اشرفی کی تھیلی اڑائے جب کوئی تدبیر نہ بن آئی تو اس نے یہ ڈرامہ کھیلا کہ سب لوگوں کو پریشان کر دیا۔ تمام مسافروں کو تلاشی دینی پڑی۔ تلاشی ان عالم فاضل کی بھی ہوئی لیکن کسی کے پاس سے تھیلی نہ نکلی۔
جب دریا کا سفر ختم ہوا اور کشتی کنارے لگی تمام مسافر اترنے لگے تو اس جھوٹے نے ان اللہ کے نیک بندے سے پوچھا
"کیا آپ نے مجھ سے جھوٹ کہا تھا کہ آپ کے پاس ہزار اشرفیوں کی تھیلی تھی؟"
انہوں نے کہا: "نہیں"
اس نے پوچھا۔ "پھر وہ تھیلی گئی کہاں؟"
انہوں نے جواب دیا: "جب تو نے اپنی تھیلی گم ہو جانے کا ڈھونگ رچایا تو میں سمجھ گیا کہ تو نے میری تھیلی ہتھیانے کے لئے یہ سب کھیل کھیلا ہے تھیلی میرے پاس سے نکلتی تو سب کو یقین ہو جاتا کہ میرے جیسا بزرگ بھی چور ہے اس لئے میں نے
سننے پہلے سے وہ تھیلی دریا میں ڈال دی۔"
جھوٹے نے کہا: "ہزار اشرفیاں آپ نے دریا میں ڈال دیں؟"
جواب ملا "ہاں"
اس نے کہا: "تب تو آپ کا بڑا نقصان ہوا"
جواب ملا: "نیکی کا بدلہ برائی سے دینے والے میرے ظالم دوست اہمیت دولت کی نہیں عزت کی ہے"
ارشاد فرمانے والے تھے امام بخاریؒ۔



ایک خاتون

ایک پڑوسی خاتون نے کسی بڑی باتیں کیں کہ سننے والی خاتون نے ان کے جاتے ہی سوال کیا
"پھر کیا ہوا؟"
خاتون نے ناگواری سے جواب دیا: میں اس تفصیل میں نہیں جانا چاہتی میں نے اپنی پڑوسی خاتون سے جتنا سنا تھا پہلے ہی اس سے زیادہ بتا چکی ہوں!

قوموں کا عروج لپ اسٹک کے رنگوں میں نہیں، پوڈر کی تہوں میں نہیں، ناخنوں کی نیل پالش میں نہیں، جھانجھر کی جھنکار میں نہیں پھڑکوں کی کھنک میں نہیں عریانی لباس میں نہیں گیسوؤں کی خوشبو میں نہیں بلکہ قوموں کا عروج سادگی، بلند کرداری اور مسلسل نیک عمل میں ہے۔

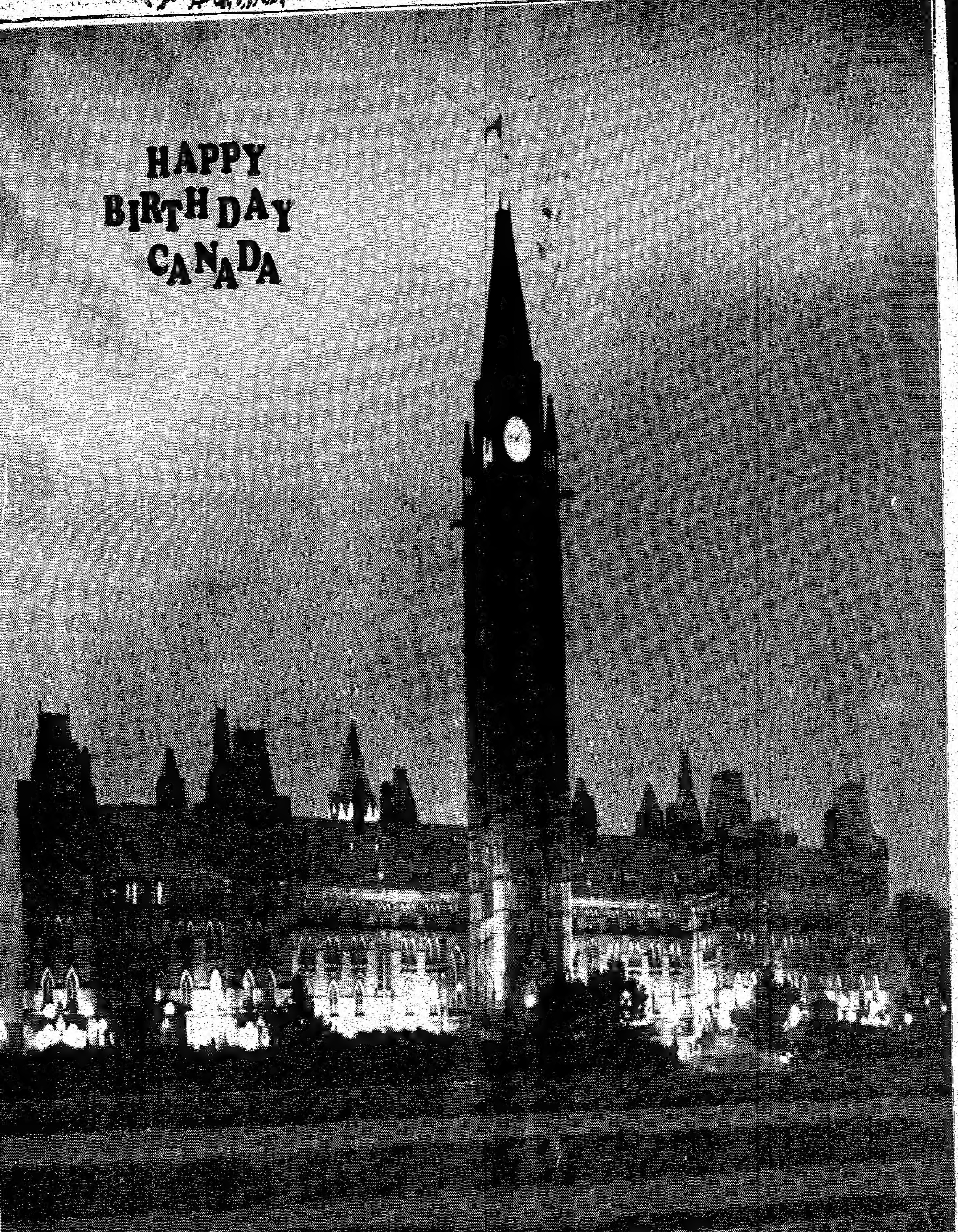
لڑکوں سے فرمایا: "لوگ تمہیں ناک چڑھے کہتے ہیں، یہ تمہاری تعریف تو نہیں، جاننے والے کہتے ہیں"
بیٹی نے نہایت عقیدت کی نگاہ سے جواب دیا: "تعریف تو بیٹا وہ کرنے والے کی عزت ہے کیا چاہیے کہ لوگ بیان کے دل کی خوبی بیان کریں تم سب کے بھلے ہماری سرشت پر مجبور کرو یا نہ ہو"
آپ نے فرمایا: "یہ بہشت ہے۔ وہ شخص جو اس کو پیار کرے وہ پہلے سے سب کا بھلا ہے۔ پھر وہ شخص کس طرح بیمار ہو سکتا ہے جو تمہیں تم سے بچا کر رکھا ہو!"

چمڑے کے سکے

آپ نے ہمایوں بادشاہ کے دور کے نظام سقہ کا واقعہ تو ضرور پڑھا ہی ہوگا۔ جس نے ایک دن کی بادشاہت پا کر چمڑے کے سکے جاری کروا دیئے تھے۔ لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ روس میں تیرھویں صدی عیسوی سے سترھویں صدی عیسوی تک چمڑے کے سکے استعمال ہوتے رہے تھے۔

سب سے بڑا جنازہ

دنیا میں سب سے بڑا جنازہ مصر کے مرحوم صدر جمال عبدالناصر کا نکلا تھا۔ اس کے جنازے میں ۴۰ لاکھ افراد شریک تھے۔ دنیا میں آج تک کسی اور شخصیت کے جنازے میں اتنی زیادہ تعداد میں لوگوں نے شرکت نہیں کی۔



I am proud to be a Canadian

Because of the beauty of our land; the majesty of the mountains; the far horizons of the prairies; the sweep of the shorelines; the abundance of the farm lands; the sparkle of ten thousand lakes and rivers...even the forbidding barrens of the North.

Because of the rich diversity of our people. We are not a melting pot, but a unique union of minorities; each of us proud of his origins but prouder still to be a Canadian.

Because we are a multilingual country: two basic languages and - woven through the fabric, and enriching it - the sound of other tongues, all united in praise of "the true North, strong and free."

Because our country was not born in nor does it live in violence. We harbour no hate, we covet no territory, we envy no other people.

Because our heritage confers such bounty. Our laws and our traditions have been built on faith in God and man, on an unflagging love of freedom, and on respect for the rights of others. Our physical resources have not yet been fully contemplated much less measured.

Because in Canada the operative word is Tomorrow, not yesterday. Our greatness rests not only in our history but in our future. Our destiny has yet to be fashioned.

Because my pride in Canada does not cause me to respect other nations or other peoples less. I am a Canadian, yes! I am also a citizen of the planet earth and a brother of every other man.

Publisher & Editor
SOHAIL AKHTAR
TEL. (416) 283-7255

پیغامبر

The Messenger

FORTNIGHTLY INDO-PAK NEWSPAPER

100 CARONIA SQUARE, SCARBOROUGH,
ONTARIO, CANADA M1B 2Z8

JUNE 21 '84

You are the best community evolved for mankind. You enjoin right, forbid wrongdoing, and believe in Allah.

(Al 'Imran: 3,110)